طالب آملی

ملک الشعراء شہنشاہ جہانگیر

(از لیفٹننٹ کرنل جناب خواجہ عبدالرشید صاحب بی اے۔ ایم بی بی ایس)

تمہید

ہمارے پاس اس وقت تک جو کچھ بھی معلومات طالب آملی سے متعلق پہونچی ہیں ہم ان کے لئے مولانا شبلی نعمانی کے مرہون منت ہیں کہ انھوں نے شعر العجم جلد سوئم میں اپنی معلومات کو پہلی مرتبہ یکجا کیا۔ ایڈورڈ براؤن جو کچھ لکھ گیا ہے اس نے بھی شعر العجم ہی سے اپنا مواد مستعار لیا ہے اور ارمغان پاک کے دیباچہ میں شیخ محمد اکرام نے جو کچھ جمع کیا ہے اس کے لئے اُن کی نگاہ بھی شعر العجم ہی کی طرف اٹھی ہے، البتہ کتاب کے اوراق میں جو انتخاب درج ہے اس کے لئے وہ صوفی غلام مصطفےٰ تبسم کے مرہون منت ہیں جیسا کہ دیباچہ میں انھوں نے خود لکھا ہے ارمغان پاک میں صوفی تبسم کا یہ انتخاب شبلی کے انتخاب سے مختلف ہے۔ کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیوان طالب آملی نہ تو شبلی مرحوم کے ہاتھ لگا اور نہ ہی براؤن کے اور نہ ہی شیخ اکرام اسے دیکھ پائے۔ کہ کہیں اس کے متعلق ذکر نہیں ملتا۔ البتہ شیخ اکرام کے ایک خط سے جو انھوں نے ہمیں لکھا ہے اس سے یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ صوفی تبسم کے پاس طالب کا دیوان موجود ہے اور اسی میں سے انھوں نے وہ انتخاب کر کے انھیں روانہ کیا تھا۔ سب سے بڑھ کر تعجب کی یہ بات ہے کہ صاحب تنقید شعر العجم بھی اس امر کو نظر انداز کر گئے ہیں۔ قیاس یہی کہتا ہے کہ انھیں بھی دیوان طالب آملی دستیاب نہیں ہو سکا۔ ورنہ وہ اس انتخاب کی اصلیت سے ضرور آگاہ کرتے۔ صوفی تبسم والے انتخاب میں شبلی کا ایک شعر بھی دہرایا نہیں گیا۔ اس تفاوتِ انتخاب کی وجہ ہم ذیل میں

عرض کرتے ہیں۔

دیوان طالب آملی

ہمیں حال ہی میں طالب آملی کے دیوان کا ایک خطی نسخہ دستیاب ہوا ہے جو کہ مکمل اور نہایت خوش خط لکھا ہوا ہے۔ جب شبلی کے انتخاب کا مقابلہ ہم نے اس دیوان سے کیا تو سوائے چند اشعار کے جو شبلی نے نقل کئے ہیں باقی اس میں ناپید تھے۔ البتہ ارمغان پاک میں صوفی تبسم کا تمام تر انتخاب اس نسخہ سے لیا ہوا معلوم ہوتا ہے! ہمارا یہ نسخہ بڑا مستند ہے جیسا کہ آگے چل کر ظاہر ہوگا۔ جہانگیر کا انتخاب جو شبلی نے تزک جہانگیری سے پیش کیا ہے وہ بھی اس دیوان سے ہی لیا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ تمام اشعار من وعن اس میں موجود ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ مصنف تذکرہ میخانہ نے جس سے شبلی نے اپنا انتخاب کیا ہے یہ اشعار کہاں سے نقل کر لئے ہیں۔

طالب آملی کا دیوان ابھی تک غیر مطبوعہ ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کے نسخے کہاں کہاں اور کس حالت میں موجود ہیں اگر یہ پتہ چل جائے تو ان سب کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور اصل حقیقت کا انکشاف ہو سکتا ہے کہ کونسا انتخاب اصل ہے کون سا جعلی! ممکن ہے اس دیوان کے علاوہ کوئی کلیات بھی ہو۔ کیونکہ میخانہ کے حوالہ سے شبلی نے ایک مقام پر اپنے مقالے میں کلیات کا ذکر کیا ہے۔ شہنشاہ جہانگیر کا انتخاب تو درست ہے ہمارے نسخہ کے مطابق لیکن میخانہ والا سوائے چند اشعار کے اس دیوان میں موجود نہیں۔ اب ذرا ہمارے اس نسخہ کی تفصیلات ملاحظہ ہوں تاکہ اس کی اہمیت کھل جائے۔

اس دیوان کا حجم ۱۰x۶x۲ ہے اور ضخامت ۷۰۹ (سات سو نو) صفحات ہے نسخہ نہایت خوشخط اور مُطلا ہے اور مشہور کاتب محمد حسین مروارید قلم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جو کہ اس زمانے کا مشہور خطاط تھا دیوان کے آخر میں تاریخ یوں درج ہے

"نوشتہ مطابق فرمائش حضرت بادشاہ عالم تاب تحریر فی التاریخ سیزدہم ماہ محرم الحرام سنہ ۱۰۲۴ھ"

بادشاہ عالم تاب سے مراد شاہجہاں ہے کہ جہانگیر کی وفات پہلے ہو چکی تھی۔

اس نسخہ میں تعداد اشعار تقریباً پندرہ ہزار ہے۔

دیوان تین حصوں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے، پہلا حصہ مثنوی پر مبنی ہے دوسرا غزلیات پر اور آخری حصہ رباعیات پر مشتمل ہے۔ مثنویاں پہلے تریسٹھ (۶۳) صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں اور غزلیات نے ۵۵۲ صفحے لے رکھے ہیں۔ آخیر میں رباعیات کا مجموعہ ہے جو ۹۳ صفحے پر پھیلا ہوا ہے مثنوی میں اشعار کی تعداد ۱۳۶۰ ہے۔ کل رباعیات ۴۴۶ ہیں اور غزلیات میں اشعار کی تعداد بارہ ہزار کے قریب ہے۔

شبلی جن قصائد کا ذکر کرتے ہیں . . . . وہ اس دیوان میں موجود نہیں۔ البتہ جستہ جستہ مدحیہ اشعار شہنشاہ جہانگیر کی تعریف میں غزلیات کے اندر نظر پڑتے ہیں۔

پیدائش و تاریخ وفات ہمارے پاس طالب کی پیدائش معلوم کرنے کے ذرائع مسدود ہیں البتہ کچھ واقعات سے سال وفات کا ضرور استنباط کیا جا سکتا ہے اور ان واقعات سے تخمیناً یہی پتہ چلتا ہے کہ سال پیدائش ۱۰۰۰ھ ہوگا۔ وہ واقعات ہم ذیل میں اختصاراً درج کرتے ہیں:

ا۔ شبلی شعر العجم جلد سوئم ص ۱۷۹ پر رقم طراز ہیں "طالب نے ۱۰۳۶ھ میں یعنی جہانگیر کے مرنے سے ایک برس پہلے عین شباب میں وفات پائی" گویا جہانگیر کی وفات ۱۰۳۷ھ میں واقع ہوئی۔ ہمارے اس نسخہ کے اخیر میں کاتب کے ہاتھ کا ایک قطعہ تاریخ وفات طالب آملی موجود ہے۔ جو ملا صبوری مشہدی نے شاعر کی وفات پر کہا ہے کے مطابق تاریخ وفات ۱۰۳۵ھ بنتی ہے نہ کہ ۱۰۳۶ھ جیسا کہ شبلی نے لکھا ہے۔ قطعہ ملاحظہ فرمائیے۔

از چرخ بگوئے زرفتن طالب داد کامروز لوائے نظم از پا افتاد

تاریخ وفاتش از خرد جستم گفت حشرش بہ علی ابن ابی طالب باد
۱۰۳۵

۲۔ شبلی تزک سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ جب طالب کو ملک الشعرا کا خطاب ملا تو اس وقت ان کی عمر بیس برس کی تھی۔

۳۔ اور طالب کو ملک الشعراء کا خطاب تزک کے مطابق ۱۰۲۸ھ میں ملا۔ گویا ۱۰۲۸ھ میں طالب کی عمر بیس برس کی تھی۔ خطاب حاصل کرنے کے تقریباً سات آٹھ برس بعد ان کی وفات ہوئی جیسا کہ قطعہ وفات سے ظاہر ہے۔ اس لئے وفات کے وقت ان کی عمر ۱۰۳۵ھ میں، ۲۸/۲۷ برس کی ہوگی۔

۴۔ اس حساب سے طالب کی پیدائش ضروری ہے ۱۰۰۸ھ میں ہوئی ہو اور وفات "عین شباب" میں کہ عمر ۲۸-۲۷ برس کی ہوگی۔

ایک رباعی ہمیں اس دیوان میں ملتی ہے جو بیس برس کی عمر میں لکھی گئی ہے۔ ممکن ہے اس وقت طالب ملک الشعرا کے خطاب سے سرفراز آگیا ہو، کہ اس میں ایک ایسے احساس کی جھلک محسوس ہوتی ہے ع

در جہل گذشت سال عمرم از بیست
باید ہمہ دید گشت و بر من نگریست

آن تخم نہ کشتم کہ پس از مرگ توان
بر تربت من نوشت کیں مشہد کیست

تعلیم

شعر العجم حصہ سوئم ص ۱۶۵ و ۱۶۶ پر شبلی، طالب کے ہمہ گیر علم کا تذکرہ کرتے ہیں اور خود طالب کے ہی ایک قصیدے سے اس بات کا جواز نکالتے ہیں کہ اس نے پندرہ سولہ برس کی عمر میں منطق ہندسہ و فلسفہ وغیرہ پر عبور حاصل کر لیا تھا۔ یہ قصیدہ ہمارے والے نسخہ میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی ایسا کہیں اور کوئی شعر ہے جس سے طالب کی ابتدائی تعلیم کا پتہ چل سکے البتہ ایک غزل میں طالب اپنے علم کے متعلق بڑی انکساری ظاہر کرتا ہے اور یہی سب سے بڑی

دلیل اس کی جلیت کی ہوسکتی ہے۔ یہ اشعار قابل غور ہیں کہ ان سے اس کے مذہبی رجحان کا بھی پتہ چلتا ہے غزل کے کچھ اشعار ملاحظہ کے لئے پیش کئے جاتے ہیں ع

زفیض شکرستانِ سخن یارب نفیسم دہ
بیانِ طوطی وادی، زبانِ عندلیبم دہ

غریبانِ راہم ربطیست یا ز درجہاں من ہم
غریبم در صفِ اہل سخن معنی غریبم دہ

چوں طفلاں شوخ چشم و بے ادب بودم دریں مکتب
ادیبم دادہ فیضے راز آدابِ ادیبم دہ

بجز راہِ سخن با دوست کافی نیست عاشق را
خدایا با حبیب خویش تن قربِ قریبم دہ

خدایا نعمت دیدار می خواہم نمی گویم
کہ از باغِ بہشتِ خود، ترنج و نار و سیبم دہ

چوں طالب طبع معنی آفرینم دادۂ یارب
یکے در چرب گفتاری زبانِ دلفریبم دہ

مذہبی اعتقادات

طالب مذہبی آدمی معلوم ہوتا ہے۔ البتہ صوفیانہ طبیعت اس پر غالب نظر آتی ہے وحدتِ وجود کا قائل نظر آتا ہے، ایک غزل سے اس کا یہ عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے ع

شریک درد و جہانیم اگرچہ بیدردیم
بلے بہ مذہب ما صوفیاں وجود یکیست

وجود کے متکثر شود بکثرتِ خلق!
اگر بہ بحر در آید ہزار رود یکیست

ہم تر ز قبلہ نما کسب کردہ ام طالب

بہ سمت دوست مرا سر بہ سجود کہ نیست

طالب شرع کا پابند اگر نہیں تو کم از کم شرع کا حامی ضرور ہے کہ خود ایک جگہ کہتا ہے

کم فروغ خود گیر و نور شرع پذیر ۔ کہ آفتاب شریعت بہ از ستارہ عقل

گہی بہ مشورت شرع نیز مکن کار ۔ مناہ عمر مرو در پا استخارہ عقل

ہیچ گردش ارادت زحکم نافذ شرع ۔ کہ در اجارہ شرعی نہ در اجارہ عقل

عروج پایہ معراج مصطفےٰ ابن گر ۔ یکے بعذر فرود آمی ازیں منارہ عقل

بزم شرع چو ایمانیاں در آ طالب ۔ مکن ز دور چو یونانیاں نظارہ عقل

البتہ طالب ملا کے مذہب سے کچھ بیزار ہی نظر آتا ہے، ممکن ہے یہ اس لئے ہو کہ فرائض کی پابندی گراں گذرتی ہو۔ ایک شعر میں کہتا ہے ۔

طالب از اسلام زاہد کس رخ فیضی ندید

زیں سبب یک عمر با کیش برہمن ساختیم

تعلقات و روابط شبلی نے شعر العجم میں کئی ایک لوگوں سے طالب کے تعلقات واضح طور پہ بیان کئے ہیں اور جگہ جگہ قصائد سے اپنے بیانوں کی تائید بھی کی ہے ہمیں افسوس ہے کہ موجودہ نسخے سے ہم بیشتر ایسے بیانوں کی تصدیق نہیں کر سکتے۔ مثلاً ص ۱۶۶ پر میر ابو القاسم کی مدح میں جس قصیدہ کا ذکر اور حوالہ دیا گیا ہے وہ ہمارے نسخہ میں نایاب ہے۔ اس کی اور دوسرے آنے والے تفاوت کی تفصیل ہم آگے مناسب عنوان کے تحت درج کرینگے، ص ۱۶۷ پر پھر ایک قصیدے کی تفصیل منقول ہے، یہ بھی ہمارے اس نسخے میں موجود نہیں۔

۲۔ شاہ ابو المعالی کی خدمت میں حاضر ہونے کا واقعہ بھی اس دیوان میں کہیں نہیں ملتا اور نہ ہی قلم خاں نمازی والا قصیدہ اس نسخے میں موجود ہے۔ البتہ عبد اللہ خاں فیروز جنگ جس کا ذکر شبلی ص ۱۷۲ پر کرتے ہیں اس دیوان میں اس کا ذکر ایک جگہ ملتا ہے اور وہ ان اشعار میں ہے:-

برزبانِ خامہ وصف عالی داشتم
ناگہاں خورشید لوحے سادہ از تحریر شد

صاحب سیف و قلم فرزانہ عبداللہ خاں
کز کفش ہم کلک عالی رتبہ ہم شمشیر شد

اور شاید مندرجہ ذیل شعر میں اس خط کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر شبلی کرتے ہیں۔

آں بلند اقبال صاحب طالع فیروز جنگ
کاتب فتح و ظفر در عہد او تقدیر شد

(۴) عرفی کا ذکر طالب نے صرف دو جگہوں پر اپنے اشعار میں کیا ہے۔ اوّل

کسر نفسیت مرا با دز عرفی طالب
ورنہ وصف گہر قطرہ ز دریا دور است

اور دوسرا یوں لکھا ہے

بہ خاک عرفی اگر طالب ایں غزل خواند
ز تربتش ہمہ گلہائے آفریں روید

(۵) شاہ پور طہرانی کا ذکر شبلی نے ص ۱۷۴ پر کیا ہے اور جو شعر انھوں نے نقل کیا اس کے سوا اس نسخے میں بھی اور کوئی دوسرا شعر نہیں ملتا۔ یعنی

بخسرو داشتم روی نیازی در سخن طالب
از و وا سوختم چوں صنعت شاہ پور را دیدم

(۶) اعتمادالدولہ والد نورجہاں بیگم کا ذکر بھی صرف ایک جگہ اس نسخے میں وارد ہوا ہے وھو ھذا

خاکپائے اعتمادالدولہ ام کز روی قدر
برگ سبز آسمان از باغ دولت خیز است

ص ۱۷۵ پر شبلی پھر ایک معذرتی قصیدے کا ذکر کرتے ہیں یہ بھی ہمارے اس نسخے میں

ناپید ہے۔ اور یہ تمام اقتباس بھی شبلی نے تذکرہ میخانہ ہی سے لیا ہے۔ وہ اشعار جو ایک قصیدے کے ص ۷۷ اپر نقل ہوئے وہ بھی نہیں ملتے۔

(۷) جہانگیر کی ناراضگی والا قصہ اور طالب کی ہمشیرہ ستی النساء والا معاملہ بھی اس نسخہ سے ظاہر نہیں ہوتا ان کے ساتھ ہی ص ۱۸۲ و ۱۸۳ والا انتخاب بھی ہمارے ہاں اس دیوان میں نہیں ملتا اور نہ ہی داڑھی ترشوانے والا واقعہ نظر آتا ہے۔ لیکن ص ۱۸۴ و ۱۸۵ پر جو انتخاب منشی فیروز سے متعلق درج ہے وہ بعینہ ہمارے والے نسخے میں بھی موجود ہے۔

ہندوستان میں ورود

طالب کی ایک رباعی سے پتہ چلتا ہے کہ ایران چھوڑنے پر وہ توران چلا گیا جہاں کچھ عرصہ اس نے خامہ فرسائی کی۔ اس کے بعد وہ قندہار اور ہندوستان کا چکر لگاتا ہے، لیکن یہ بھی واضح نہیں کہ وہ قندہار پہلے گیا یا ہندوستان سے ہو کر آیا۔ پہلے توران جانے کے متعلق رباعی ملاحظہ فرمائیے۔

طالب بسر از یاد پریشانی را
طی کن ورق بی سروسامانی را

بکشا زبان کہ اہل توران بنیند
دستان زنی لببل ایرانی را

(۲) قندہار کا ذکر ایک غزل میں آیا ہے اور یہ شعر غزل سے چھوٹ گیا ہے، کاتب نے دوبارہ اپنے ہاتھ سے اسے حاشیے پر لکھ دیا ہے۔

دلا مزاج ترا قندھار در خور نیست
بیا کہ دیدہ ام از اشک ملک پنجاب است

اس غزل کا مطلع اور مقطع بھی ملاحظہ فرمائیے۔

نگو سرشت من از جنس آتش و آب ست
کہ ایں گہر خلف دودمان سیماب ست!

برون ز محفل عیش حسند ایگان طالب
مئی کہ در قدح نیست رشک خونابست [۱]

ایک قصیدہ کے کچھ اشعار جن میں لاہور، دلی وغیرہ کا ذکر ہے وہ بھی ہمارے اس نسخے میں نہیں ملتا۔ البتہ ایک دو اور غزل کے شعروں میں ایک ایک بار لاہور اور دلی کا ذکر ضرور آیا ہے اور یہ اشعار خود شبلی نے بھی نقل کئے ہیں، تکرار نامناسب نہ ہوگی۔

(۳) چہ خوش حالیم کہ بعد از مدت یک سالہ مہجوری
خوش و خوش وقت او را دیدم و لاہور را دیدم

---

[۱] ہندوستان سے طالب بڑا متاثر نظر آتا ہے ایک تو فرداً فرداً اس کے مقامات کا ذکر کرکے اپنی دلچسپی ظاہر کرتا ہے اور دوسرے مجموعی طور پر بھی ہندوستان کی تعریف کرتا نظر آتا ہے۔ چنانچہ ایک غزل کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں ع

مرو بدین طبیعت سوئے چمن طالب — بیا کہ بلبل مست غزل سرا اینجاست
درآ بہ ہند بہ بین رتبۂ سخا و سخن — کہ منبع سخن و معدن سخا اینجاست
بہ ہند جوہر یانند قدر فضل شناس — رواج گوہر دانش بہ مدعا اینجاست
تو فاضلی نظر از قبلۂ افاضل جوی — پناہ فضل جہانگیر بادشاہ اینجاست

اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ اسے یہاں اس کے کلام کے قدردان مل گئے اور صلہ ملتا رہا اس لئے اسے یہ ملک پسند تھا۔ چنانچہ یہ جہانگیر کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ وطن چھوڑنے کی وجہ صرف ایک ہی ہوتی ہے اور وہ غربت تھی ایک شعر سے پتہ چلتا ہے کہ طالب اپنے وطن آمل سے بیزار ہو گیا تھا۔ لیکن ورود ہندوستان کے بعد اکثر آمل کو اچھی زبان سے یاد کرتا ہے اور اس کی خوبیاں بیان کرنے میں دریغ نہیں کرتا غالباً مالی مشکلات ہی بھیس چھوڑنے اسے تلاش معاش کی خاطر ہندوستان دھکیل دیا۔ شاید اسے کوئی اپنے شہر کا دردمند نہیں ملا۔ وطن بیزاری والا یہ شعر ملاحظہ ہو ع

بہ غربت بستہ ام دل تا قیامت بانہ نکشایم
وطن بیزارم اما با کسی این راز نکشایم

طالب ز بان طوطی دھلی نشراد را
خرد و بانِ بلبل آمل ندیده ام! (۴)

ہندوستان میں ایک مہم کا ذکر بڑے زور شور سے طالب نے کیا ہے جس میں ندی نربدا اور ملک دکن کا ذکر ہے، یہ اشعار شبلی نے نقل نہیں کئے۔ قرائن کے ملاحظے کے لئے اس غزل کے کچھ اشعار ہم یہاں نقل کرتے ہیں یہ کوئی مہم گراں تھی جس میں طالب خود شامل تھا ع

چوں موج زد سپاه شہنشه به نربدا
ملک دکن باہل دکن گشت غم کده

با خویش گفت حاکم آں عرصه کیں زماں
نے مکر و حیله فائده دارد نه شعبده

ایں بادشاه خط دلیست بی خلاف
با یک جہاں سپاه بایں کشور آمده

دیں شاه خرم است که در بزم بادشاه
تسلیم کرده ضامن فتح دکن شده

گجرات (مالوه) کی طرف بھی طالب کا گزر ہوا ہے اور وہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں جا سکا۔ غالباً برسات کا موسم ہوگا کہ یہی ادھر پر لطف موسم ہے۔ ایک شعر میں کہتا ہے ع

در حسرت لعل تو ز مند تره طالب
چنداں مئی رنجیت که گجرات بمن شد

کشمیر سے دلچسپی

طالب کشمیر کا بڑا دلدادہ معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ اسے آمل سے بھی کسی قدر لگاؤ تھا اور کیوں نہ ہوتا کہ "وطنِ مادری ہر ایک کو پیارا ہوتا ہے" تاہم کشمیر کا حسن اور اس کے دلنشین مناظر طالب کے دل میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ چنانچہ کہتا ہے ع

بیا که مجمع خوباں دلربا اینجاست

قدم ز نقطۂ کشمیر برمنیگیرم!
کہ شمعہا ہمہ اینجا و نارہا اینجاست

مقیم مرکز عیشم و جای ما اینجاست
کجا بہشت کجا بزم بادہ ای زاہد

تو دل بجائے دگر بستہ و جا اینجاست
بکنج گلخن خویشم ہوائے گلشن نیست

کجا روم کہ مرا باغ دلکشا اینجاست

کلام مولانا شبلی کے بیشتر اقتباسات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے نسخہ کے علاوہ اس کا کوئی اور بھی مجموعہ ہوگا، جس کو دیکھ کر مصنف تذکرہ میخانہ نے طالب کا حال قلمبند کیا اور چونکہ وہ طالب کا ہم عصر تھا اس لئے اس بات کا اور بھی زیادہ امکان ہے کہ اس کا انتخاب کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔ اس سے دو باتوں کی وضاحت ہوجاتی ہے اور وہ یہ کہ طالب کا کچھ مجموعہ کلام ایران میں لکھا گیا جو کہ غالباً کلیات کی تشکل میں ہوگا اس کلیات کا ذکر شبلی نے بھی ایک جگہ میخانہ کے حوالے سے اپنے مقالہ میں کیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ طالب نے اپنا پورا ایک دیوان ہندوستان میں آنے کے بعد بادشاہ جہانگیر کے حکم سے بھی ضرور ترتیب دیا ہوگا اور ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا کہ اس نے ملک الشعرا کے خطاب سے اُسے سرفراز کیا۔

ان دو وجوہات کے علاوہ اور کوئی تیسری بات نظر نہیں آتی جو اس بات کی شاہد ہو کہ شبلی کا بیشتر انتخاب ہمارے والے نسخہ میں کیوں موجود نہیں۔ ایسا بھی یقیناً ہے کہ بعض اشعار جو شبلی نے میخانہ سے نقل کئے ہیں وہ ہمارے والے نسخہ میں بھی موجود ہیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ طالب کا ایران کے زمانہ کا کلام کچھ اس دیوان میں بھی شامل ہوگیا ہے۔ یہاں ایک [illegible] آتا ہے کہ اگر واقعی طالب کا کچھ کلام ایسا ہے جو ایران میں لکھا گیا تو یہ جو لاہور کی تعریف میں اشعار شبلی نے نقل کئے ہیں ایرانی کلام میں کس طرح آگئے کہ ابھی وہ ہندوستان میں تو وارد نہیں ہوا تھا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر یہ اشعار واقعی طالب نے لکھے

ہیں تو پھر ہندوستان میں کچھ لکھا ہوا کلام اس کا ایسا ہے جو اس دیوان میں شامل نہیں کیا گیا اور اس کی وجہ بھی معلوم نہیں ہو رہی یا پھر یہ اشعار کسی اور کے ہیں اور طالب کے لکھے ہوئے نہیں ہیں!

مندرجہ بالا بیان کے مطابق ہر دو قسم کا کلام چار طریق سے ترتیب دیا جا سکتا ہے اول قصائد دوم مثنویاں سوئم غزلیات اور چہارم رباعیات۔ ایرانی دور کا کلام زیادہ تر قصائد اور رباعیات پر مشتمل معلوم ہوتا ہے کہ جن قصائد کا اقتباس شبلی دیتے ہیں میخانہ کے حوالے سے وہ اس ہندوستانی مجموعہ میں ناپید ہیں۔ گویا ترتیب کلام یوں ہوئی۔ ایرانی کلام میں قصائد اور رباعیات اور ہندوستانی مجموعہ میں مثنویاں، غزلیں اور رباعیات۔ اگر یہ ترتیب درست ہو تو یقیناً طالب کا ایرانی مجموعہ کلام جو مصنف میخانہ کے وقت موجود تھا اب بھی کہیں کسی گوشہ میں محفوظ ہوگا۔

مصنف تذکرہ میخانہ کے بیان کے مطابق طالب کا ورود ہندوستان میں سنہ ۱۰۲۰ھ میں ہوا جب اس کی عمر پندرہ برس کی تھی لیکن یہ غلط ہے۔ ہمیں اس بیان پر یقین کرنے میں اس لئے تردد ہے کہ اگر سنہ ۱۰۲۰ھ میں طالب کی عمر پندرہ برس کی تھی تو سنہ ۱۰۳۵ھ میں جب کہ وہ فوت ہوا اس کی عمر تیس (۳۰) برس کی ہونی چاہیئے لیکن ہم نے ابھی بالا ثابت کیا ہے کہ طالب کی عمر وفات کے وقت ۲۰ برس کی تھی۔

یہ نسخہ جس کا ہم بار بار ذکر کر رہے ہیں یہ ۱۰۳۵ھ میں بادشاہ عالمتاب کے حکم سے لکھا گیا یہ بادشاہ عالمتاب بادشاہ شاہ جہاں ہوں گے کیونکہ جہانگیر طالب کے دو سال بعد وفات پا گیا تھا اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کاتب نے طالب کا ایرانی کلام بھی جو اس کے وقت رائج ہوگا کچھ نہ کچھ ضرور اس میں شامل کر لیا ہوگا۔ لیکن اس سے یہ کشمکش دور نہیں ہو جاتی۔ بلکہ اشکال اور بڑھ جاتا ہے۔

کیا وجہ ہے کہ شبلی نے جو انتخاب تزک جہانگیری کے حوالے سے دیا ہے وہ تو ہمارے اس مجموعہ میں موجود لیکن صاحب میخانہ سے اس نے انتخاب نہ لیا ہو۔ ممکن ہے جہانگیر نے وہی کلام پسند کیا ہو جو اس کے دربار میں رہ کر طالب نے تلمبند کیا تھا اب ہم دیوان کے الجھاؤ کو بدستور چھوڑ کر

کچھ طالب کی شاعری کے متعلق عرض کرتے ہیں۔ ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ موضوع ہمارے دائرہ مطالعہ سے خارج ہے اور ہم اس میدان کے شہسوار نہیں۔ یہاں نہ تو تنقید و تبصرہ مقصود ہے اور نہ ہی لوازمات شاعری کی موشگافیاں۔ چونکہ طبیعت کو تحقیق سے ایک گونہ لگاؤ ہے اس لئے یہ بات مدِنظر رکھ کر کہ عوام کو طالب کے دیوان سے آگاہ کر دیا جائے یہ چند اوراق بے ترتیبی سے مرتب کر دئے گئے ہیں۔

موجودہ مجموعہ سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ شاعر موتی اگل گیا ہے اور طالب کا ہر شعر ایک پری پیکر کی طرح جھومتا نظر آتا ہے زبان سلیس اور شیریں کہ مجھ جیسا ہیچمدان بھی سمجھ جائے ترکیبیں نہایت سادہ اور پُر لطف کہ کیفیت پر وجد آ جائے نہ تو کہیں زبان کے کپڑے اتار کر اُسے ننگا کیا گیا اور نہ ہی اس پر بھاری بھرکم دوشالے اوڑھے گئے۔ بلکہ ہر ہر بات کو ایسے لطیف نازک انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ سبحان اللہ! اسلوب بیان تمامتر نازک خیالی کے رنگ میں رنگا ہوا، تخیل اس قدر سہل اور سیدھا سادھا کہ شعر پڑھتے ہی مطالب دل میں اتر جائیں اور شاعر کے اصل مقصد کو روشن کر دیں نہ کوئی لمبی چوڑی تمہید ہے اور نہ تکلف۔

ہر بات بے ساختہ نوک قلم سے اترتی چلی جاتی ہے۔ ہماری نگاہ میں شاعری کا سب سے بڑا وصف اس میں موجود ہے طالب اپنے کلام میں فصاحت کا مکمل شعور رکھتا ہے چنانچہ ایک شعر میں لکھتا ہے

قسم بہ نشأ طالب کہ ایں کلام فصیح — نہ از مقولۂ سحر ست بلکہ اعجاز است

البتہ طالب کا کلام خمریات سے پر ہے۔ اس میں سرور بھی ہے اور سرود و رقص بھی اس میں مسرت اور شادمانی کی جھلک بھی نمایاں ہے اور مستی اور خمار بھی ابھرتا ہوا نظر آتا ہے۔ شبلی بالکل درست کہہ گئے ہیں کہ طالب فطرتاً شاعر تھا یعنی بہت کم سن تھا جب اس نے شعر کہنے شروع کر دئے تھے اور کہتا بھی کیا خوب تھا۔

اس سے پیشتر کہ ہم طالب کے کلام کے کچھ نمونے پیش کریں یہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے

کہ ہم نے طالب آملی کے اس دیوان کے پندرہ ہزار اشعار کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ دوران مطالعہ میں ہم نے ۷۶۳ اشعار منتخب کئے تھے۔ بوقت انتخاب شعر چھانٹنے میں بڑی دقت پیش آئی کہ کونسا شعر لیا جائے اور کونسا رد کیا جائے۔ ہر شعر دوسرے سے بڑھ کر تھا۔ کلام اس قدر فصیح اور سہل کہ سمجھنے میں مطلقاً دقت نہیں ہوئی۔ تمام دیوان میں شاید بیس پچیس اشعار ایسے تھے جو کاغذ کی خستگی کی وجہ سے سمجھ میں نہیں آئے۔ جب یہ انتخاب ہم نے ختم کیا تو پھر ایک بار اس پر نظر ثانی کی اور دوسری مرتبہ اشعار منتخب کئے کہ پہلا انتخاب تیرہ فل سکیپ صفحوں پر پھیل گیا تھا۔ دوسری مرتبہ انتخاب میں ۱۲۱ اشعار ہم نے چنے۔ اب جو انتخاب ہم ذیل میں پیش کریں گے وہ درحقیقت انتخاب در انتخاب کا انتخاب ہے۔ گویا ایک سہ آتشہ ہے جو مفت لٹایا جا رہا ہے ہم اشعار کو اسی ترتیب سے نقل کریں گے جس طرح کہ دیوان سے ہم نے خود نقل کئے ہیں۔ اشعار کے ساتھ ساتھ صفحوں کے نمبر بھی دے دئے گئے ہیں تاکہ پتہ چل جائے دیوان کے کون سے صفحے سے متعلق یہ شعر ہے۔ اول مثنوی سے کچھ اشعار نقل کریں گے اور بعدہٗ غزلیات سے شعر نقل کریں گے اور آخراً چند ایک رباعیات نقل کر کے اس مقالے کو لپیٹ دیں گے۔

فارسی ادب کے شائقین کے لئے یہ ایک نئی چیز ہے جس میں مزید تحقیق اور جستجو کی بہت گنجائش ہے۔ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ جب یہ مقالہ چھپ جائے تو قارئین سے اس سے متعلق مزید معلومات حاصل کریں۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے ابھی سے ہندو پاکستان اور انگلستان کے مستشرقین سے اس معاملہ میں خط و کتابت شروع کر دی ہے۔ ان کی معلومات سے استفادہ حاصل کر کے اس مقالے کو از سر نو دو آتشہ انتخاب کے ساتھ ترتیب دیا جائیگا۔ اگر معلومات اہم اور بکثرت حاصل ہو گئے تو اصل انتخاب جو ۷۶۳ اشعار پر مشتمل ہے اس کے ساتھ ایک رسالے کی شکل میں قارئین کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

اصل بات طالب آملی کے دیوان کے مختلف نسخوں کا پتہ چلانا ہے اور پھر ان سے اپنے دیوان کا مقابلہ کرنا۔ موجودہ تحقیق کے وقت نہ تو اتنی فرصت تھی اور نہ ہی ذرائع۔ یہ بھی محض جو لکھا گیا ہے

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہی ہے۔ دفتر کے اوقات کے بعد روزانہ چار گھنٹے مسلسل بیس دن اس دیوان کے مطالعہ میں صرف ہوئے اور ساتھ ساتھ انتخاب بھی کرتا گیا۔ پھر تین روز میرے سہ آتشہ انتخاب میں صرف ہوئے اور ایک دن اس مقالے کو ترتیب دینے میں۔ گویا تقریباً ایک مہینہ اس ایک مقالے کے لکھنے میں صرف ہوگیا! اس عرصہ میں ساتھ ساتھ متعدد خطوط بھی لکھے گئے جن میں سے چند ایک کے جواب بھی آچکے ہیں لیکن معلومات میں اضافہ نہیں ہوا۔ بہت سے احباب علم اصحاب جن سے میں آشنا نہیں اور جن تک میری رسائی نہیں ان سے میری یہی استدعا ہے کہ وہ مہربانی فرما کر جس قدر بھی معلومات بہم پہنچا سکیں اس موضوع سے متعلق وہ مجھے کیمبل پور میں لکھ کر مشکور ہونے کا موقع دیں۔ اب سہ آتشہ انتخاب ملاحظہ فرمائیے ع

سیر کردم نسخۂ اشعار طالب را تمام
نفرش از حشو خالی لفظش از معنا پر است

انتخاب از مثنوی

(۱) الٰہی شعلۂ شوقم فزوں ساز — مرا آتش کن و در عالم انداز
دلم را چشمۂ نور یقیں ساز — درین تاریکیم باریک بیں ساز

(۲) لباس باطنم را شستہ شودہ — ز گلہائے رنگینم رنگ و بودہ

(۳) دو لب دارم یکے در مے پرستی — یکے در عذر خواہی ہائے مستی

یہ شعر جہانگیر نے تزک میں نقل کیا ہے۔ یہ شعر دوبارہ دیوان میں وارد ہوا ہے، ایک تو یہاں مثنوی میں اور دوسرے ایک غزل میں مطلع کی صورت میں بھی آیا ہے، جہاں اس کے بعد کا شعر یہ ہے،

(۵۱۹) درازی ہائے دامان و مالش — کند جان در تن کوتاہ دستی
اور مقطع ہے، جہاں کردہ زبون چرخ طالب — کہ در طبع بلندم نیست پستی

(۸) بیا طالب خموشی پیشہ سازیم — خرد را راہبر اندیشہ سازیم

---

(۲۲) زنی دارم ز دودمان اصیل — باندام نازک بصورت جمیل
نگارے ز سر تا قدم رنگ و بوی — بحسن گل و سنبلش روی و موی
چو بر فرش مخمل نماید گذار — بپایش خلد خار خواب مخمل چو خار

---

(۴۵) نہ گنجم آرزوی ہم نفسی — نہ نمایم مراد خود بکسی
جز خدا با کسی نگویم راز — نکنم ہیچ کار غیر نماز
ہر کرا رحم نیست ایمان نیست — گرچہ مسلمان بود مسلمان نیست

انتخاب از غزلیات

(۴۳ صفحے تک مثنویاں ہیں اس کے بعد پھر صفحات کا شمار از سر نو کیا گیا ہے)

(۳) آں ترک مست کیست درآماجگاہ حسن — کز تیر غمزہ کردہ مشبک نشانہ را

---

(۴) شعلہ مزاج مطرب سخت فسردہ خاطرم — آتش نغمہ تیز کن سازِ تمام سوز را

---

(۷) شہید است تکلم لبِ دوست — زخم است تبسمِ دلِ ما
بلبل کند آرزو کہ باشد — پروانۂ شمع محفل ما !!!

---

(۲۰) بود عجب ز آتش دل بعد مرگ نیز — گر خشتِ خام پختہ شود بر مزار ما

---

(۳۰) اگر مراد تو آزردنِ رگِ دل ماست — اشارۂ مژہ کافیست نیشتر مطلب

---

(۳۷) لالہ دشت و غزال ختن و نرگس باغ — ہمہ مستند ولے چشم تو مست دگر است
ناوک شست بلا را بود چندیں زور — طالب ایں برق سنا بندۂ شست دگر است

---

(۴۲) تکیہ بر سنگ خارہ زد طالب — ز آتش عشق تکیہ گاہ بسوخت

---

(۴۴) چہ می پرسی ز ماہ و رسم طالب — شورش مستی و مستی جنون است

---

(۵۷) نیستم طالب، ندارم چشم بہ خم خانہ — نیم جامی بہر ترتیب دماغم آرزوست

---

(۸۱) بہار آمد کہ گردد جسم و جاں مست — شود دل مست چوں بلبل زباں مست

بہار آمد کہ از بوی گل و می ! زمین بے ہوش گردد آسمان مست
چرا مستانہ می غلطد بہر سو ! بجز دل نیست گر آب روان مست
چو در بستان نباشد ہیچ تکلیف چرا طالب نباشم جاودان مست
زبان مستی بلبل بہار است تو چون طالب شدی فصل خزان مست

---

(۸۴) ہمچو آن ماہی کہ در آتش فتد ناگہ ز آب میطپم در خاک آن ساعت کہ مے در جام نیست

---

(۹۲) بہر زمین کہ سرو قدم من قدم نہاد زان خاک دستہ دستہ گل یاسمن شگفت
بر زلف و عارضش نظر از بس کہ دوختم سنبل ز دیدہ ام بدمید و سمن شگفت
(۹۳) در نو بہار عدل جہانگیر بادشاہ گلزار طبع طالب رنگین سخن شگفت

---

(۱۱۲) چشم مخمور تو پیمانہ صد نرگس مست از می ناز تہی کرد و خمارش نشکست

عشق در اول و آخر ہمہ ذوق است و سماع این شرابیست کہ ہم پختہ و ہم خام خوشست
طالب از آتش دل تافتہ گر یا بہ چشم کو قدم رنجہ نما دوست کہ حمام خوشست
(پوری غزل کے پندرہ شعر ہیں)
(۱۲۶) گفتم دمے بگوشۂ بالین من نشین بنشست و نالہ دو سہ از من شنید و رفت

نیم ز دیدن کشمیر شاد چون طالب کہ سیر سازی گل گشت عالمم ہوس است

---

(۱۳۱) ببین تنک ظرفست طالب بیا کم دہ کہ باز مست خواہد گشت و صد جام و سبو خواہد شکست

(۱۴۱) در آتشِ دلِ خود نرم نرم می سوزم — بزن بہ تیغ و تغافل مزن کہ تابم نیست

---

(۱۴۵) گفتی آیم بہ عزمِ سوختنت — دیر کردی و انتظارم سوخت

---

(۱۵۲) آنجا کہ از لبِ تو سخن میگذشت دوش — در جوش بود نوش ولے غلغلے نہ بود!

---

(۱۵۶) فصلِ گل است و دورِ جہانگیر بادشاہ — امروز روزِ عشرت اگر نیست پس کیست

---

(۱۶۵) اے کاتبِ اعمال عمل نامۂ طالب — ہر نوع کہ خواہی رقمی کن قلم از تست

کجا بہشت کجا بزمِ بادہ ای زاہد — تو دل بجائے دگر بستہ و جا اینجاست
مرو بہ دیدنِ بلبل سوئے چمن طالب — بیا کہ بلبلِ مستِ غزل سرا اینجاست
در آ بہ ہند و ببیں رتبہ سخا و سخن! — کہ منبعِ سخن و معدنِ سخا اینجاست
بہ ہند جوہر یابند قدرِ فضل شناس! — رواجِ گوہرِ دانش بہ مدعا اینجاست
تو فاضلی نظر از قبلۂ افاضل جوی! — پناہ فضل جہانگیر بادشاہ اینجاست

---

(۱۷۲) من خود از شوقِ ملاقاتِ تو در پروازم — اے اجل این ہمہ تعجیل و تقاضائے تو چیست
کاش غمہائے تو از رخ بکشاید نقاب — تا شود فاش کہ حالِ دلِ شیدائے تو چیست

---

(۱۸۰) گفتم چہ گناہ با عشق بیزاری یار ست — آزردہ دلی گفت کہ آزار دگر ہیچ
طالب ز متاعِ دو جہاں حسرتِ یار ست — جنسی کہ توان برد بہ بازارِ دگر ہیچ!

(۲۴۲) چوں بادہ نوش کنی در قدح مبین زنہار   مبادا چشم تو زہری بہ ساغر اندازد

---

(۳۲۱) اے غم پیادہ نفس خویش را مسوز   آہستہ تر خرام کہ دور است خانہ ام

---

(۳۲۲) بالا نمود گوشۂ ابروئے من از ضعف   مغرور نیم قوت تعظیم ندارم!

---

(۳۲۴) چوں بدین تن خاکی بلرزم از تپِ عشق   نماز زلزلہ بر خلق فرض گردانم!

---

(۳۶۳) من اگر ساقی مجلس شوم از بہر شگون   اوّلین جام آن نرگس مخمور دہم!

---

(۳۶۶) ز بوی زلف تو مستم بہار را چہ کنم!   ہلاک روئے تو ام لالہ زار را چہ کنم

---

(۳۶۷) گہے در گوشۂ مے خانہ گاہے در چمن مستم   ندارم وضع ہشیاراں بسر مستم بتن مستم
ز ہوشم می برد عطر لباس او نمی دانم   کہ از بے ہوش دارو یا ز بوئے پیرہن مستم
عنبر و مشک را این پایہ بے ہوشی نمی باشد   منہ بر پیرہن تہمت کہ از عطر بدن مستم

---

(۳۸۵) چوں آدمی نبود ساقیا بہ عالم خاک   ببر بہ عالم آب ام کہ آدمی بینم

(۴۱۱) اے بو الہوس مگو کہ لذیذ است شہد عشق   من بار ہا چشیدم و لذت نیافتم

---

(۴۵۴) در بزم شعلہ طاقت سیماب دیدہ!   در سینہ ام قرار دلِ بیقرار بین

(۵۲۴) فقیہہ بے خود و واعظ خراب و مفتی مست — تو از کدام مسلمان تری کہ مست نۂ؟

---

(۵۲۵) ساقی مدار طبع مرا در خمار می — جامے بدہ کہ سوختم از انتظار مے
از بس قدح کشیدم و فیضے نیافتم — مے شرمسار من شد و من شرمسار مے
امروز دہ پیالہ کہ دارم و لے جوان — فردا چو پیر گشت نیاید بکار مے
روز ازل کہ چشم من و مے بہم فتاد — ہم مے شکار من شد و ہم من شکار مے

---

(۵۲۶) چندان منوش مے کہ شود بر تو مے سوار — چندان بنوش مے کہ تو باشی سوار مے

انتخاب از رباعیات

براؤن نے اپنی تیسری جلد میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ طالب کی کچھ رباعیات کو خیام کی رباعیات کے ساتھ خلط ملط کر دیا گیا۔ ہمارے پاس رباعیات عمر خیام کا ایک طہرانی نسخہ پڑا ہے جس میں ساڑھے چار سو کے قریب رباعیات ہیں۔ اور طالب آملی کے اس دیوان میں رباعیات کا کل مجموعہ ۴۴ ہے۔ ان میں ایک رباعی بھی عمر خیام کے نسخہ میں موجود نہیں۔ ہم اپنے دیوان سے اب کچھ رباعیوں کا انتخاب پیش کرتے ہیں۔

۵۶۳ من کیستم آخر زکجا می آیم ! — کاشفتہ چو طرۂ صبا می آیم
مانا کہ بخواب دیدہ باشم خود را — خوش در نظر خود آشنا می آیم

---

(۵۶۴) من تازہ بہار بوستان سخنم — افروختہ شمع دودمان سخنم
عنقائے فصاحت آشیان سخنم — سوگند بہ جان تو کہ جان سخنم

۵۹۳ آن کیست شراب معرفت را ساقی | مسموماں را کردہ دمش تریاقی
زیں دست بزرگی بہ جہاں نیست مگر | فخر السادات میر عبد الباقی!!

(میر عبدالباقی کا ذکر نہ شبلی نے کیا ہے اور نہ ہی براؤن وغیرہ نے۔ یہ رباعی محض اس لئے درج کردی کہ طالب کے سلسلہ تعلقات کی ایک اور کڑی سامنے آجائے)

۶۰۰ در بزم جہانگیر شہ آن نور آگہ! | کردم ز دریچۂ ادب روشن نگاہ!
در گوش صراحی مرصع گفتم! | بزم افسروزی تو لیکن از پر نوشاہ

---

۶۰۵ اے صبح تبسم ترا حلقہ بگوش | گوہر بلباس سخنت جلوہ فروش
خود گو کہ چگونہ سر نساید بہ سپہر | خورشید کہ با تو میرود دوش بدوش

---

۶۰۶ مندرجہ ذیل رباعی سے شاعر کی مستی کے کلام کی بو آرہی ہے اس وقت مستی کے کلام کا کوئی بھی نمونہ سامنے نہیں ورنہ مقابلہ کرکے دیکھ لیا ہوتا۔ بہرحال بخوبی یاد پڑتا ہے کہ ایک رباعی اس کی بھی بعینہ ہے قصاب اور فصاد کا ذکر اکثر اس کی رباعیات میں ملتا ہے! رباعی ملاحظہ کیجئے ع

فصاد بہ نشتر از رگت خون آورد | یا آب رخ بادۂ گلگوں آورد!
در بحر گفت جو نشش غواصی کرد | گوہر بلباس لعل بیروں آورد

---

۶۲۹ اب آخری رباعی ہمارے انتخاب کی نقل کی جاتی ہے ع

ماعہد بہ زلف پر شکست تو کنیم | از زہد در یا تو بہ بدست تو کنیم
ہر صبح کنیم نیت روزہ و شام! | افطار بزہر چشم مست تو کنیم